

## اجارہ کی اہمیت و افادیت اور عصری مسائل کا تجزیہ

## تحقیقات امام احمد رضا کی روشنی میں

Importance of Wage and analysis of modern issues,  
Investigation in the light of Imam Ahmad Razaسید محمد صدیق شاہ<sup>1</sup> حافظ محمد خضر حیات<sup>2</sup>**ABSTRACT:**

Article under consideration is concerned with 'Wage'. Wage is debated for the sake of research and criticism. Firstly, the meaning and concept of Wage is discussed under the light of definitions established by the religious experts and researchers. Secondly, the subject 'Wage' is made keen and deeper by citing from the Holy Quran and Hadiths to the Sufficient extent. Thirdly, the subject is completed to the maximum possibility by adding the aspects and conditions of 'Wage'. Fourthly, the subject is made modern by the discussion of latest and modern features of the 'Wage'. Fifthly, the review of the law of 'Wage' is presented under the light of sayings of Imam Ahmad Raza (R.A) including comparative review of laws of 'Wage' of the state and of Islamic Shari-ah and the short- cummings of state's law of 'Wage' are pointed out.

**Keywords:** Wage, Modern Issues, Islamic Shariyah. Banks, Imam Ahmed Raza.

عقد اجارہ کا تصور زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں عقد اجارہ کا تذکرہ آیا ہے، اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اجارہ کیا ہے چونکہ اجارہ کا ثبوت بہت قدیم ہے اس لئے اجارہ کی صورتیں بدلتی رہی ہیں۔ اور اس میں تبدیلیاں واقع ہوتی رہی ہیں، نیز آج کل ہمارے معاشرہ میں عقد اجارہ بہت کثرت سے ہو رہا ہے، تاہم چند حضرات ناواقفیت کی وجہ سے عقد اجارہ کو فاسد کرتے ہیں، جس کی وجہ سے پورا عقد ناجائز ہو جاتا ہے۔ آج کل بنگلوں اور اکثر مالیاتی اداروں میں اجارہ کا استعمال بکثرت ہو رہا ہے، اس لئے موضوع کی تحقیق اشد ضروری ہے۔ چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں ملازمت، صنعت، تجارت، معیشت، معاشرت غرضیکہ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ہدایات اور رہنمائی موجود ہے۔ معیشت و تجارت موجودہ زمانے کی اہم ضرورت ہے، یہ انسانی حیات اور معاشرت کے لئے ضروری ہے جو معاشی، صنعتی اداروں میں مستعمل ہے، اسی معیشت کا ایک شعبہ اجارہ بھی ہے، یہ موضوع ملازمت، مزدوری کے مسائل، تجارت، کرایہ داری، خدمات، کارخانوں، دوکانوں، مکانات اور اس کے علاوہ بے شمار معاشرے کی ضروریات کا احاطہ کرتا ہے، اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ "جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ پر تحقیقی مطالعہ" کے اس موضوع کو جسے مضمون کے لئے منتخب کیا گیا ہے موجودہ دور کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے، اور امت مسلمہ کو اس سلسلہ میں درپیش مسائل کا حل تلاش کیا جائے، جس

<sup>1</sup> M.Phil Scholar, Bahauldin Zakria University, Multan, Pakistan.

<sup>2</sup> Ph.D Scholar, University of Karachi, Pakistan.

Email: mkhizarhayat12345@gmail.com

سے اس ملی و دینی ضرورت کو پورا کیا جاسکے۔ چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یہ آرٹیکل تحریر کیا جا رہا ہے، جس کے اندر یہ کوشش کی جائے گی کہ مذکورہ بالا مسائل کی حیثیت از روئے شریعت کیا ہے، اور ایک مسلمان ان مسائل سے شرعاً کس طرح عہدہ برآہو سکتا ہے۔

### اجارہ کی لغوی تعریف:

لغت میں اجارہ کا اطلاق عمل کے بدلے میں کسی کو کچھ عوض ادا کرنے پر ہوتا ہے<sup>1</sup>۔ ابتداء میں یہ لفظ صرف اجرت کے لئے استعمال ہوتا تھا، بعد میں عقد کے لئے مشہور ہو گیا<sup>2</sup>۔ اجر، باب ضرب یضرب سے آتا ہے، اس کا مضارع یا جر آتا ہے جس کے معنی ہیں کہ کسی کو اس کے عمل کی جزا دینا یہ باب مفاعلہ سے بھی آتا ہے جیسے اجر یواجر مواجرہ اس وقت اس کے معنی ہونگے باہم اجارہ کا معاملہ کرنا یہ باب استفعال سے بھی آتا ہے استاجر استاجر استجار، اس وقت اس کے معنی اجرت طلب کرنا یا کرایہ طلب کرنا، آئیں گے۔

### اجارہ کی اصطلاحی تعریف:

فقہاء حنفیہ کے نزدیک عقد اجارہ کی تعریف یہ ہے: الاجارہ صبی بیع منفعۃ معلومۃ باجر معلوم<sup>3</sup>۔ متعین اجرت کے بدلے میں متعین منفعت کی بیع کو اجارہ کہا جاتا ہے۔ علامہ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم ان الاجارة عقد المنفعة بعوض هو مال والعقد على المنفعة شرعا نوعان، احدهما بغير عوض كالعارية والوصية بالخدمة والآخر بعوض وهو الاجارة<sup>4</sup>۔

ترجمہ: بیعک عقد اجارہ عوض یعنی مال کے بدلے میں منفعت کا عقد ہے اور منافع پر عقد کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک بغیر عوض کے ہے جیسا کہ عاریت اور خدمت کی وصیت، اور دوسری قسم یہ ہے کہ عوض کے بدلے میں منافع عقد کیا جائے، اور یہ اجارہ کہلاتا ہے۔ علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

شرعاً تملیک نفع مقصود من العین بعوض<sup>5</sup>۔

ترجمہ: عوض کے بدلے میں منافع مقصودہ کے مالک بنانے کو شرعاً عقد اجارہ کہا جاتا ہے۔

اجارہ کی تعریف میں فقہاء اپنے حالات اور ضروریات کے لحاظ سے تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں<sup>6</sup>۔ مثلاً علماء لفظ عقد کی جگہ "معاوضہ یا عوض" کا لفظ استعمال کرتے ہیں<sup>7</sup>۔ اور اسی بعض علماء عقد کی جگہ "لفظ تملیک" استعمال کر کے عقد اجارہ کی تعریف کرتے ہیں، غرض یہ فقہاء نے اپنے زمانی حالات اور حاجات کے پیش نظر مختلف الفاظ میں لفظ اجارہ کی تعریف کی ہے۔ بعض علمائے حنفیہ، مالکیہ، اور حنابلہ نے اجارہ کی تعریف میں "مدۃ معلومۃ" کی قید کا اضافہ کیا ہے جس کا مقصد مقررہ زمانی قید سے نکاح کو خارج کرنا تھا کیونکہ نکاح میں مدت متعین کرنا جائز نہیں، اجارہ میں مدت متعین کرنا ضروری ہے۔ لیکن اس بارے میں ناچیز کی رائے یہ ہے کہ تعریف میں اس قید کے اضافہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں، اس لئے کہ عقد اجارہ کرتے وقت لازمی طور پر مدت متعین کی جاتی ہے اور مدت کا معاملہ جانین بہر صورت طے کرتے ہیں۔<sup>8</sup>

مالکیہ کے نزدیک اجارہ کی تعریف: ہو تملیک منافع شیعی مباحۃ مدۃ معلومۃ بعوض<sup>9</sup>۔

فقہائے شافعیہ کے نزدیک اجارہ کی تعریف یہ ہے: الاجارة هي تمليك منفعة بعوض بالشروط الآتية<sup>10</sup>۔

وحد الاجارة: عقد على منفعة مقصودة معلومة قابلة للبدل والاباح بعوض معلوم- 11

ترجمہ: عقد اجارہ کی تعریف یہ ہے کہ یہ عقد متعین عوض کے مقابلے میں منفعت پر ہوتا ہے بشرطیکہ منفعت مقصودہ اور معلوم ہونی چاہئے اور وہ منفعت قابل استعمال اور مباح ہو۔

فقہائے حنابلہ کے نزدیک اجارہ کی تعریف یہ ہے: الاجارة هي بيع المنافع<sup>12</sup> اجارہ منافع کی بیع کو کہا جاتا ہے۔

**اجارہ کا جواز قرآن مجید کی روشنی میں:**

قالت احدهما يا ابت استاجرہ ان خیر من الستاجرۃ القوی الامین۔ قال انی ارید ان انکحک احدی

ابنتی ہاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج۔<sup>13</sup>

ترجمہ: ان دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا ابا جان آپ ان کو کام کے لئے رکھ لیجئے، کیونکہ اچھا کام کرنے والا وہ شخص ہے جو مضبوط ہو اور امانت دار بھی ہو (اور ان میں دونوں صفتیں ہیں کیونکہ قوت ان کے پانی کھینچنے سے اور امانت ان کے برتاؤ سے ظاہر ہوئی ہے) پر وہ (بزرگ شعیب علیہ السلام) کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دو لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں، اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری خدمت کرو (اور اس خدمت کا بدلہ وہی نکاح ہے، حاصل یہ کہ آٹھ سال کی خدمت اس نکاح کا مہر ہے)۔

فان ارضعن لکم فاتوهن اجورهن<sup>14</sup>۔ پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو ان کو ان کا بدلہ دو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتیں تمہارے بچوں کو دودھ پلا کر فارغ ہو جائیں تو ان عورتوں کو ان کی مقررہ اجرت

ادا کرو۔

لوشنت لا تخذت علیہ اجرا<sup>15</sup>۔ اگر تو چاہتا ہے تو اس کام پر مزدوری لے لیتا۔

موسىٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم چاہتے تو اس جھکی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنے کی اجرت لے لیتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اجرت کے بارے میں کہنا اور حضرت خضر علیہ السلام کا اس پر سکوت کرنا اجارہ کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم اذا سلمتم ما اتیتنہ بالمعروف۔<sup>16</sup>

ترجمہ: اور اگر تم کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے بچوں کو کسی اور انانکا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، جب کہ ان کے

حوالے کر دو جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے قاعدے کے موافق۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس عورت کو دودھ پلانے پر رکھا جائے اس سے تنخواہ یا اجرت کو پوری صفائی کے ساتھ

طے کر لیا جائے کہ بعد میں کوئی جھڑانہ ہو، اور پھر وقت مقرر پر یہ طے شدہ اجرت اس کو سپرد بھی کر دے، اس میں ٹال مٹول نہ کرے۔<sup>17</sup>

**اجارہ کا جواز حدیث پاک کی روشنی میں:**

عن عائشة رضی اللہ عنہا فی خبر الهجرة قالت: واستاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رجلا من بنی الدیل ہادیا

خریتا وهو علی دین کفار قریش فدعا الیہ راحلتیہما ووعدها غار ثور بعد ثلاث لیا لفاہما راحلتیہما صبح ثلاث۔<sup>18</sup>

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ہجرت کے واقعہ میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبیلہ دیل کے ایک شخص کو جو کہ ایک ماہر رہبر تھا اجرت پر لیا تھا اور وہ شخص کفار قریش کے دین پر تھا، ان دونوں حضرات نے اپنی سواریاں اس کے حوالے کر دی تھیں اور تین راتوں کے بعد صبح سویرے ہی سواریوں کے ساتھ غار ثور پر ملنے کی تاکید کی تھی۔ اس حدیث سے اجارہ کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ معلوم کرنے کے لئے ایک ماہر رہبر کو اجرت پر لیا تھا تاکہ وہ مدینہ تک کا راستہ بتا دے۔

عن انس ابن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم واعطى الحجام اجره۔<sup>19</sup>

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھنے لگوائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کو اس کی اجرت عنایت فرمائی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اجرت دینے سے اجرت کا جواز بالکل واضح ہے۔

عن ابی سعید بن الحدری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفی عن الاستاجر الاجیر حتی یبین له اجره۔<sup>20</sup>

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کو کرایہ پر لینے سے منع فرمایا یہاں تک کہ مزدور کو اس کی اجرت بتا دی جائے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اعط الاجیر اجره قبل ان یحیف عرقہ۔<sup>21</sup>

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کرو۔

ان دونوں احادیث سے اجارہ کا جواز ثابت ہونا واضح ہے، اس لئے اجیر کو اجرت کی ادائیگی کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

**اجارہ کے ارکان و شرائط:**

**رکن اجارہ:**

اجارہ کا رکن ایجاب و قبول ہے اور یہ ان الفاظ کے ساتھ ادا ہوتا ہے جو اس اجرہ پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً الاجارہ، یا لفظ استجار، یا لفظ اکثراء جیسے الفاظ بولے جائیں تو اجارہ سمجھا جائے گا۔ تو یہ الفاظ جو کہ کلام عرب میں اصل ہیں نامی عرف و رواج میں ایسے تمام الفاظ رکن اجارہ میں داخل سمجھے جائیں گے جن کے ذریعہ سے اجارہ کا انعقاد سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میرے اور تمہارے درمیان میں کرایہ داری کا معاملہ ہے، میرے اور تمہارے درمیان اجرت کا لین دین ہے۔ تم میرے ملازم ہو یا میں تمہیں اجرت ادا کروں گا، وغیرہ جیسے الفاظ کے ذریعے سے بھی اجارہ کیا جائے جو کہ اجارہ پر دلالت کریں تو وہ رکن اجرہ میں داخل سمجھا جائے گا۔ چنانچہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

اما رکنها فالایجاب والقبول وذلك بلفظ دال علیها وهو لفظ الاجارة والاستجار والاکراء فاذا وجد

ذلك فقد تم الرکن۔<sup>22</sup>

ترجمہ: اجارہ کار کن ایجاب و قبول ان الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ ایجاب و قبول پر دلالت کریں اور وہ الفاظ "الاجارۃ، الاستنجار، والاكتراء ولاكراء" پس جب یہ پائے جائیں تو رکن اجارہ مکمل ہو گیا۔  
شرائط اجارہ اور اس کی صورتیں:

اسلام میں عقد اجارہ کی چار اقسام ہیں اور عقد اجارہ سے متعلق تمام شرائط انہی چار اقسام پر منقسم ہیں، وہ چار اقسام یہ ہیں۔<sup>23</sup>

### شرط الاعتقاد:

اجارہ کی اس قسم وہ شرائط شامل ہیں جن سے اجارہ منعقد ہوتا ہے۔ یعنی اجارہ کے منعقد ہونے کے لئے جو شرائط ہیں ان کو شرط الاعتقاد کہا جاتا ہے وہ شرائط یہ ہیں:

اعتقاد اجارہ کے لئے عاقدین کا عاقل ہونا شرط ہے یعنی کہ اجارہ مجنون سے اور اس بچے سے جو نا سمجھ ہو منعقد نہیں ہوتا، اور جو بچہ عاقل اور سمجھ دار ہو اگرچہ بالغ نہ ہو لیکن ولی کا اجازت بسلسلہ لین دین رکھتا ہو تو اس کا اجارہ منعقد ہو گا۔ لیکن ولی کی اجازت بسلسلہ لین دین نہیں رکھتا تو اس کا اجارہ ولی کی اجازت سے مشروط ہو گا۔<sup>24</sup>

اعتقاد اجارہ کی دوسری شرط یہ کہ عاقد کا مسلمان ہونا ضروری نہیں لہذا عقد اجارہ مسلمان، ذمی، حربی، مستامن کے ساتھ کرنا جائز ہے۔<sup>25</sup>

عقد اجارہ کے انعقاد کی تیسری شرط یہ ہے کہ معقود علیہ موجود ہو، یعنی جس چیز کو اجرت پر دیا جا رہا ہو وہ موجود ہو۔<sup>26</sup>  
معقود علیہ ایسا مال ہو جو کہ قیمتی مال سمجھا جاتا ہو یعنی بیکار اور بے قیمت نہ ہو جیسے زمین، مکان، دوکان وغیرہ۔<sup>27</sup>  
اعتقاد اجارہ کی پانچویں شرط یہ ہے کہ عقد صیغہ ماضی کے ساتھ ہو مثلاً مالک کہے کہ میں نے تم کو یہ مکان دو سال کے لئے تیس ہزار روپے میں اجرت پر دیا اور مستاجر کہے کہ میں نے اس کو قبول کیا یہ صیغہ ماضی کے ساتھ ہوا ہے۔<sup>28</sup>

### شرط النفاذ:

اجارہ کی اس قسم میں وہ شرائط شامل ہیں جن سے اجارہ نافذ ہونے کے لئے ان کو شرط النفاذ کہا جاتا ہے وہ شرائط یہ ہیں:  
پہلی شرط نفاذ یہ ہے کہ جو شئی اجرت پر دی جا رہی ہو وہ آجر (یعنی اجرت پر دینے والے) کی ملکیت ہو، یا مالک نے آجر کو اجرت پر دینے کا اپنی جانب سے وکیل بنایا ہو، یا یہ آجر مالک کا ولی ہو جیسے باپ، بیٹا وغیرہ، یا یہ آجر مالک کا وصی ہو، فضولی کا یہ عقد اصل مالک کی اجازت پر موقوف ہو گا، اگر مالک نے اس عقد کی اجازت دیدی تو فضولی کا عقد نافذ ہو گا ورنہ نہیں۔<sup>29</sup>

مالک کی اجازت کے ساتھ جن چند شرائط کا ہونا ضروری ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

عاقدین اپنے عقد پر قائم و باقی ہوں۔ مال بھی قائم و باقی ہو۔ معقود علیہ قائم و باقی ہو۔ بدل الجارہ بھی قائم و باقی ہو جبکہ بدل اجارہ عروض میں سے نہ ہو تو مالک کی اجازت کے وقت بدل اجارہ قائم ہونا ضروری نہیں۔<sup>30</sup> دوسری شرط یہ ہے کہ عقد مطلق ہو اور اس میں خیار شرط نہ ہو، یعنی عقد مطلق عن الشرط الخیار ہو اور اگر عقد میں شرط خیار ہو تو مدت خیار میں عقد اجارہ نافذ نہ ہو گا۔<sup>31</sup>

## شرط الصحتہ:

شرائط عقد اجارہ میں جن چار اقسام پر منقسم ہے ان میں سے تیسری قسم شرط الصحتہ ہے۔ یعنی عقد اجارہ کے صحیح ہونے کے لئے جن شرائط کو مقرر کیا گیا ہے انہیں شرائط الصحتہ کہا جاتا ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:

اجارہ کے صحیح ہونے کے لئے عاقدین کا اس عقد پر راضی ہونا شرط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کا اجارہ فاسد ہے، یعنی جس کو زبردستی عقد اجارہ پر مجبور کیا گیا ہو اس کا عقد اجارہ فاسد ہو گا اور عقد نافذ نہیں ہو گا، اور جب اس عاقد کے اکراہ کو دور کر دیا جائے عاقد اس عقد اجارہ پر راضی بھی ہو گا تو یہ عقد اجارہ صحیح ہو جائے گا۔<sup>32</sup>

جس چیز کو اجرت پر دیا جا رہا ہے اس کی تعیین ضروری ہے، مثلاً اگر ایک دکان کو کرایہ پر دینے کا عقد ہو تو اس وقت اس دکان کی تعیین کرنا ضروری ہو گا اور یہ بتانا ضروری ہو گا کہ جگہ پر فلاں دکان کو کرایہ پر دیا جا رہا ہے، اس کے برعکس اگر عقد اس طرح پر ہو کہ عاقد کہے کہ میں نے دو دکانوں میں سے ایک دکان کو اجرت پر دیا اور اس کی تعیین نہیں، اور نہ ہی اس کو مستاجر کے اختیار پر چھوڑا کہ وہ جس کو چاہے اختیار کرے، تو عدم امتیاز کی وجہ سے عقد اجارہ صحیح نہیں ہو گا۔<sup>33</sup>

تیسری شرط یہ ہے کہ اس عقد میں منافع بھی معلوم ہو اگر معقود علیہ میں ایسی جہالت ہو جو جھگڑے کا سبب ہو تو وہ عقد درست نہیں۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اجرت معقود علیہ کہ جنس میں سے نہ ہو جیسے کہ رہائش کے بدلے میں رہائش اور خدمت کے بدلے میں خدمت۔<sup>34</sup>

## شرط لزوم:

عقد اجارہ کے منعقد ہونے کے بعد اس عقد کو بالکل موکد اور پختہ کرنے کی چند شرائط ہیں جن کو شرائط لزوم کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں: پہلی شرط لزوم یہ ہے کہ جس چیز کو اجرت پر دیا جا رہا ہو، وہ ہر اس عیب سے پاک ہو جس سے اس شے کے نفع حاصل کرنے میں خلل پڑتا ہو، مثلاً کسی نے اپنے مکان کو اجرت پر دیا لیکن اس گھر کا کچھ حصہ منہدم ہو، تو یہ ایسا عیب ہے جس سے اس گھر کی افادیت میں خلل پڑتا ہے اس صورت میں مستاجر کو حق ہے کہ چائے تو باقی رکھے چاہے اسے ختم کر دے۔<sup>35</sup>

دوسری شرط لزوم یہ ہے کہ ایسا کوئی عذر پیش نہ آئے جو کہ اس عقد اجارہ کو فسخ کر دے، لہذا عقد جب ان چیزوں سے پاک ہو گا تو عقد اجارہ لازم ہو جائے گا۔<sup>36</sup>

## صفة الاجارة

صفت اجارہ یہ ہے کہ عقد اجارہ لازم ہو جاتا ہے جب کہ وہ خیار شرط اور خیار عیب اور خیار ردیہ سے خالی ہو بغیر کسی عذر کے اس کو فسخ نہیں کیا جائے گا۔ امام شریح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عقد اجارہ غیر لازم ہوتا ہے اور بغیر کسی عذر کے منسوخ ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اجارہ میں منفعت مباح ہوئی ہے یہ اعارہ کے مشابہ ہو گیا، اس طرح عاریت میں منفعت بیرونیوں کے ہوتی ہے اور بیع عذر کے بھی ہو جاتی ہے، ایسا ہی اجارہ میں بھی ہوتا ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اس میں منفعت کے بدلے میں ہے ہدایہ بیع کے مشابہ ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا: "اوفوا بالعقود" کہ معقود کو پورا کرو<sup>37</sup>۔ اور فسخ ایفاء عقد میں سے نہیں۔

## محل الاجارہ:

عقد اجارہ کا محل منافع ہیں کیونکہ اسی میں تصرف کرنا جائز ہے اور چونکہ اجرت منفعت کے مقابلے میں دی جاتی ہے اور جو چیز عوض کا مقابلہ ہوتی وہی معقود علیہ ہوتی ہے، لہذا عقد اجارہ میں اجرت کے مقابلہ میں منافع حاصل ہوتے ہیں اس لئے منافع ہی محل اجارہ۔<sup>38</sup>

## اجارہ کی جدید صورتیں: (مکان و دکان کا اجارہ):

مکانات اور دکانوں کا اجارہ کرتے ہوئے یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ مکان اور دکانوں کو جب کرایہ پر لیا جائے تو اجارہ کی مدت اور اس کا کرایہ پہلے سے طے کر لیا جائے<sup>39</sup>۔ کرایہ اور مدت اجارہ پہلے سے طے نہ ہو تو پھر اجارہ درست نہیں ہوگا، کرایہ میں صرف مال دینا ہی کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ کرایہ میں منفعت بھی دی جاسکتی ہے<sup>40</sup>۔ کرایہ اور اجارہ کی منفعت میں جنس کا مختلف ہونا ضروری ہے، اگر دونوں منفعتیں ایک ہی جنس سے تعلق رکھتی ہوں تو پھر اس کو کرایہ میں دینا جائز نہیں<sup>41</sup>۔

مکانات اور دکانوں کا عقد اجارہ مطلوب کرنا جائز ہے، یعنی عقد کرتے ہوئے اگر اس بات کی تعیین نہ کی گئی کہ ان کو کن مقاصد میں استعمال کیا جائے گا تو یہ صحیح ہے<sup>42</sup>۔ اس میں کوئی حرج نہیں، تاہم اس صورت میں کرایہ دار کے لئے لازم ہے کہ وہ مکان دکان کو ایسے مقاصد اور کاموں میں استعمال کرے جن کا عرف اور رواج ہو، نہ کہ ضرر اور نقصان کے حامل ہوں جو کہ ضرر اور نقصان کے اعتبار سے زیادہ ہو<sup>43</sup>۔ مثال کے طور پر اس دکان کو کپڑے، برتن، کتابیں وغیرہ فروخت کرنے میں استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر اس دکان کو دھوئی گھاٹ بنا دیا جائے یا اس میں آٹا پیسنے کی چکی لگا کر اس کا استعمال شروع کر دیں، یا اس میں لوہار کی دکان کھول لیں، تو یہ ایسی صورت ہے جو کہ عرف اور عادت کے خلاف ہی نہیں، بلکہ ان اشیاء کے استعمال سے دکان کا نقصان بھی زیادہ ہوگا، اس لئے مطلق عقد کی صورت میں دکان کے اندر اس طرح کے کام کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے بلکہ اگر کسی کو یہ کام کرنے ہی ہیں تو پھر کرایہ دار کو چاہیے کہ وہ مالک سے دکان کو ان جیسے مقاصد میں استعمال کرنے کی اجازت لے، یا کرایہ دار کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ مالک دکان کو اس کام میں استعمال کرنے پر راضی ہے، اور اس کو اس میں کوئی اعتراض نہیں، اس طریقہ سے کرایہ دار دکان کو عرف کے خلاف استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے وگرنہ نہیں<sup>44</sup>۔ اسی طرح جب کوئی شخص مکان کو کرایہ پر لے تو بھی اس میں مطلق طریقہ سے عقد کر سکتا ہے، کیونکہ گھر کا استعمال عام طور سے رہائش کے لئے ہوتا ہے، اس لئے عقد کے وقت اس وضاحت کی ضرورت نہیں ہے کہ اس مکان کو رہائش کے لئے لیا جا رہا ہے، اسی طرح گھر کرایہ پر لینے کے بعد مالک مکان سے اس وضاحت اور اجازت کی بھی کوئی ضرورت نہیں کہ اس گھر میں کون کون سے افراد رہیں گے، اگر گھر کو عرف کے خلاف کاموں میں استعمال کرنا ہو تو مالک مکان سے اس کی اجازت لینے ضروری ہے<sup>45</sup>۔ جس دن سے مکان یا دکان کرایہ دار کے مکمل قبضہ میں آئے اس دن سے کرایہ دار پر مکان یا دکان کا کرایہ لازم ہوگا۔ مزید یہ کہ کامل قبضہ اور استعمال سے مکمل فائدہ اٹھانے میں کوئی دقت نہ ہو۔<sup>46</sup>

## کرایہ کی دکان اور مکان کی مرمت و اصلاح:

کرایہ کی دکان اور مکان وغیرہ کی مرمت و اصلاح وغیرہ کے امور کی ذمہ داری کے اصول بھی واضح اور متعین ہیں۔ وہ کام جن کا تعلق مکان کی افادیت سے ہے، اور جن میں نقص پیدا ہونے سے کرایہ دار کے لئے اس کی افادیت کم ہو یا بالکل نہ ہو تو پھر اس کی مرمت اور

اصلاح وغیرہ کا کام کرایہ دار کو کرنا پڑے گا، مثال کے طور پر دروازہ کی مرمت، مینالیوں کی صفائی بجلی کے تار کی مرمت وغیرہ چونکہ ان کا تعلق براہ راست مکان یا دکان کی افادیت اور کرایہ دار سے ہے اس لئے اس کی مرمت بھی کرایہ دار کی ذمہ داری ہے۔

اور وہ کام جن کا تعلق مکان یا دکان کی تعمیر اور عمارت سے ہے، اس کی اصلاح اور مرمت کروانے کا ذمہ دار مالک ہے، مثلاً رنگ روغن کروانا، دیوار یا فرش وغیرہ اگر کہیں سے خراب ہو گیا، تو اس کی اصلاح مالک کی ذمہ داری ہے۔<sup>47</sup>

وہ کام جن کا تعلق کرایہ کے گھر اور دکان کی افادیت سے ہے، اور جن میں نقص پیدا ہونے سے کرایہ دار کے لئے اس کی افادیت کم ہو یا بالکل نہ ہو، تو پھر اس کی مرمت و اصلاح وغیرہ کا کام کرایہ دار کو کرنا پڑے گا، مثال کے طور پر دروازہ کی مرمت نالیوں کی صفائی بجلی کے تار کی مرمت وغیرہ چونکہ ان کا تعلق براہ راست مکان کی افادیت اور کرایہ دار سے ہے اس لئے اس کی مرمت بھی کرایہ دار کی ذمہ داری ہے۔<sup>48</sup>

جن کاموں کی ذمہ داری مالک مکان پر ہے، اگر مالک مکان ان کاموں کی اصلاح نہ کروائے تو اس کی وجہ سے کرایہ دار کرایہ کے مکان، دکان کو خالی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، البتہ اگر کرایہ کا معاملہ کرنے سے پہلے یا کرتے وقت ان عیوب کو دیکھے جن کی اصلاح و مرمت مالک کی ذمہ داری ہے اس پر راضی رہے، اور اس کو ٹھیک کروانے کا مطالبہ نہ کرے، تو پھر ان عیوب کی بناء پر کرایہ دار مکان کو خالی نہیں کر سکتا، اور اگر عقد کے وقت کرایہ دار نے ان خرابیوں کو دیکھ کر مرمت کروانے کا مطالبہ کر دیا تھا، تو پھر کرایہ دار کو یہ حق حاصل رہے گا کہ ان خرابیوں کی مرمت نہ ہونے کی وجہ سے مکان یا دکان کو خالی کر دے۔<sup>49</sup>

### قانون کرایہ داری سے تقابلی مطالعہ

کرایہ داری کے مروجہ ملکی قوانین شرعی احکامات سے متصادم ہیں۔ سندھ آرڈیننس نمبر 17 مجریہ 1979ء کرایہ داری کے متعلق ان دفعات کی وضاحت کرتا ہے جو شرعی اعتبار سے درست نہیں ہیں۔

(دفعہ 2 ج۔)۔ مناسب کرایہ سے مراد کسی عمارت کا ایسا جائز کرایہ ہے جس کا تعین آرڈیننس کے تحت کنٹرولر نے کیا ہو۔ اس کا حاصل یہ ہو کہ قانون کی رو سے مناسب کرایہ کو متعین کرنے کا اختیار صرف کنٹرولر کو ہے اور صرف اسی کا تعین کردہ کرایہ جائز یا مناسب کہلائے گا، مالک اور کرایہ دار اگر باہمی افہام و تفہیم سے کسی کرایہ کا تعین کر لیتے ہیں تو وہ مناسب اور جائز نہ ہو گا۔ مندرجہ بالا قانون کی یہ شق شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہے کیونکہ کرایہ کے تعین کا اصل اختیار شرعاً فریقین کرایہ کا ہے کہ وہ جس مقدار پر بھی متفق ہو جائیں گے وہی اصل کرایہ شمار ہو گا، کنٹرولر کو شرعاً کرایہ کی مقدار معین کرنے کا علی الاطلاق حق حاصل نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ ۚ إِنَّهَا كَبْرٌ لَّكُم ۖ تَجَارَعْتُمْ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔<sup>50</sup>

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو، جو باہمی رضامندی سے ہو تو مضائقہ نہیں۔

تفسیر مظہری میں اجارہ یعنی ملازمت و مزدوری اور کرایہ کے معاملات کو بھی تجارت میں داخل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ بیع میں تو مال کے بدلہ مال حاصل کیا جاتا ہے، اور اجارہ میں منفعت و خدمت کے بدلہ میں مال حاصل ہوتا ہے، لفظ تجارت ان دونوں کو حاوی ہے۔<sup>51</sup>

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

روى عن انس قال غلا السعر على عهد النبي ﷺ فقالوا: يا رسول الله سعرلنا فقال: ان الله هو المسعر القابض الباسط

الرازق، واني لا رجوان. القى ربي وليس احد منكم يطلمى بمظلمة في دم ولا مال، هذا حديث حسن صحيح۔<sup>52</sup>

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چیزوں کے دام بڑھ گئے صحابہ کرام نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ آپ ہم لوگوں کے لئے نرخ مقرر فرمادیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ ہی نرخ مقرر فرمانے والا، روکنے والا، کھولنے والا اور روزی دینے والا، میری تو آرزو ہے کہ میں اپنے پروردگار سے اس حال میں ملوں کہ تم میں سے کوئی اپنے مال یا خون کا مجھ سے طلبگار نہ ہو۔

حدیث شریف میں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلب و رسد کی فطری قوتوں کو آزاد چھوڑا ہے، اور مصنوعی طریقوں سے قیمتوں اور اجرتوں پر کنٹرول کو پسند نہیں فرمایا۔ علامہ مرغینانی فرماتے ہیں:

ولا ينبغي للسلطان ان يعسر على الناس. لقوله عليه السلام: ولا تسعروا فان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، ولا الثمن حقا لعاقدا الا اذا تعلق به دفع ضرر العامة (الى قوله) فان ارباب الطعام يتحكمون ويتعدون عن القيامة تعديا فاحشا وعجز القاضي عن صيانة حقوق المسلمين الا بالتسعير فحينئذ لا باس به بمشورة من اهل الرياء والبصيرة۔<sup>53</sup>

ترجمہ: امام کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لوگوں پر قیمتیں مقرر کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم قیمتیں مقرر نہ کرو، پس بے شک اللہ تعالیٰ نرخ مقرر کرنے والا، رسد کو روکنے والا، کھولنے والا اور رزق دینے والا ہے، کیونکہ ثمن معاملہ کرنے والے کا حق ہے، اسی لئے وہی ثمن کو مقرر کرے گا، امام کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کے حق میں دخل اندازی کرے، الایہ کہ اس میں عام لوگوں کا ضرر ہو، (پھر کچھ آگے جا کے فرمایا) اگر کھانے پینے کی اشیاء بیچنے والے لوگ تحکم کرنے لگیں اور ان کی قیمتیں حد سے تجاوز کرنے لگیں، اور قاضی کے پاس مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کوئی حل سوائے نرخ مقرر کرنے کے نہ ہو تو پھر نرخ مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، الایہ کہ تسعیر اہل رائے اور صاحب بصیرت افراد کے مشورہ سے کی جائے۔

علامہ علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں:

قوله عليه السلام: ولا تسعروا فان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعديا

فاحشا فسعر بمشورة اهل الرائي، وقال مالك على الوالى التسعير عام فلاء۔<sup>54</sup>

ترجمہ: اور حاکم نرخ مقرر نہیں کرے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم نرخ متعین مت کرو، پس بے شک اللہ تعالیٰ نرخ مقرر فرمانے، رسد روکنے والے، کھولنے والے، اور رزق دینے والا ہے، البتہ اگر مال والے قیمتوں کو حد سے بڑھادیں تو پھر حاکم اہل رائے کے مشورہ سے قیمت مقرر کر سکتا ہے۔

چونکہ ان جیسے مسائل میں بیع اور اجارہ کے احکام یکساں ہیں، لہذا فقہاء کرام نے لوگوں کو ظلم و ستم سے بچانے کے لئے اجارہ میں بھی تسعیر فی الاجر یعنی حکومت کی طرف سے اجرت یا کرایہ مقرر کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ جس کی دو شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ اجیر، مستاجر، یا مالک اور کرایہ دار، کے درمیان انصاف کرنے اور لوگوں کو مشکلات سے بچانے کے لئے کرایہ یا اجرت ضروری ہوتا کہ لوگ مشکل میں مبتلا نہ

ہوں۔ دوسری یہ کہ حکومت اجرت یا کرایہ مقرر کرنے میں انصاف سے کام لے یعنی اجرت یا کرایہ ایسا مقرر کیا جائے جاہراہل رائے کے نزدیک مزدور کی محنت کا مناسب صلہ بھی ہو، یا اگر کوئی عمارت ہو تو پھر اس کا مناسب کرایہ، اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی گئی تو پھر تسعیر کرنے والے حکام گناہگار ہوں گے۔ عصر حاضر کا قانون کرایہ عمارت سندھ مجریہ 1979ء میں کرایہ کے تعین کا حق مطلق طور پر صرف کنٹرولر کو ہے، فریقین کو یہ حق حاصل نہیں، حالانکہ شرعا فریقین باہمی رضامندی سے کرایہ کا تعین کریں گے وہی قابل قبول ہوگا، اس لئے مندرجہ بالا قانون کی یہ شق شرعی اعتبار سے جائز اور درست نہیں ہے۔

### دفعہ 6۔۔۔ کرایہ داری کی مدت

قانون کی اس شق کے تحت کرایہ داری کی مدت کو ختم کر دیا گیا، چنانچہ اس کی تشریح یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ کرایہ داری کی مدت ختم کرنے سے پہلے اس شق کو خاصی اہمیت حاصل تھی، اس قانون کے سبب کرایہ دار کو پریشان کرنے کا جواز موجود تھا۔ مزید برآں قانونی چارہ جوئی کا اختیار بھی تھا، لیکن اب کرایہ داری کی میعاد کی کوئی اہمیت نہیں رہی، کرایہ نامہ میں لکھی گئی میعاد ختم ہونے کے بعد بھی کرایہ داری کی حیثیت وہی رہے گی، اور اس ترمیم کے بعد مالک مکان کو خالی نہیں کروا سکتا، البتہ فریقین باہمی رضامندی سے کرایہ داری کی مدت میں توسیع یا ترمیم کر سکتے ہیں۔<sup>55</sup>

یہ شق شرعی اعتبار سے ناجائز اور خلاف شریعت ہے، کیونکہ شرعی اعتبار سے کرایہ داری کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مدت متعین ہو، لہذا اب مدت متعین ہوگی تو پھر اس شرط کی پابندی کرنا فریقین کے ذمہ لازم ہوگا، مدت کے خاتمہ کے بعد کرایہ دار پر واجب ہوگا کہ وہ عمارت خور ہی فوراً خالی کر دے، یا نیا معاہدہ کر لے، اگر فریقین نے کرایہ داری کی مدت طے نہ کی تو اس صورت میں مالک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ عمارت خالی کر والے، اور کرایہ دار پر لازم ہوگا کہ وہ مالک کے خالی کرنے کے مطالبہ پر عمل درآمد کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أوفوا بالعقود۔ اے ایمان والا اپنے عہد کو پورا کرو۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انما البيع عن تراض<sup>56</sup>۔ بیع باہمی رضامندی سے ہوتی ہے۔

چونکہ عود اجارہ بھی بیع میں داخل ہے، اس لئے اس میں بھی باہمی رضامندی لازم ہوگی، اور فریقین باہمی رضامندی سے جو بھی مدت طے کر لیں اس کی پابندی ان کے ذمہ لازم ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا ضرر ولا ضرار<sup>57</sup>۔ نقصان پہنچانے کا سبب نہ بنو اور نہ نقصان اٹھاؤ۔

شریعت کا یہ سنہری اصول یہاں ملحوظ رہنا چاہیے کیونکہ متذکرہ بالا شق میں کرایہ دار کو سہولت پہنچانے کے لئے مالک کا نقصان ہو رہا ہے، اور کرایہ دار کو ایک طرح سے مالکانہ حقوق حاصل ہو رہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہی بات بیان فرمائی ہے کہ خود کو نقصان اٹھانے کی کوئی ضرورت ہے، اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوئی گنجائش ہے، جبکہ مذکورہ بالا شق سے مالک مکان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ جیسا کہ علمگیری میں ہے: ومنها بیان المدد فی الدور والمنازل والحوثیت<sup>57</sup>۔ اجارہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ دکانوں، مکانات اور منازل کے اجارہ میں مدت کا بیان کرنا ضروری ہے۔ شرح المحجلہ للاتاسی میں ہے۔

یشترط فی الاجارۃ ان تكون المنفعة معلومة بوجه يكون مانعا للمنازعة المنفعة تكون معلومة ببيان مدة

الاجارة في امثال لدور والحنون الخ۔<sup>58</sup>

اجارہ میں شرط یہ ہے کہ منفعت اس طرح متعین اور معلوم ہونی چاہیے جس سے آپس میں منازعت نہ ہو، جس طرح گھر اور دکانوں جیسی اشیاء میں منفعت معلوم ہوں۔ ان تمام حوالہ جات اور قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ کرایہ دار کی مدت کا متعین ہونا اور اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے، ہمارے مروجہ قانون کی متذکرہ بالا دفعہ میں کرایہ داری سے مدت کا خاتمہ مالک عمارت کے اوپر سراسر ظلم اور ناانصافی ہے، اس لئے شرعاً اس میں یہ ترمیم ضروری ہے کہ کرایہ داری کی مدت کو متعین کر کے اس کا اعتبار کیا جائے۔

دفعہ۔۔۔8 مناسب کرایہ

کرایہ دار یا مالک مکان کی درخواست پر کنٹرولر مندرجہ ذیل حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے عمارت کے مناسب کرایہ کا تعین کرے گا۔ یہ شق بھی خلاف شرع ہے کیونکہ کرایہ کے تعین کی حیثیت کسی چیز کی قیمت متعین کرنے کی طرح ہے اس لئے اس کا اختیار اور حق شریعت نے مالک مکان کو دیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے مقرر کرے، اگر کرایہ دار اس کرایہ کو منظور کرتے ہوئے اس میں رہنے کے لئے تیار ہو تو ٹھیک ہے ورنہ مالک مکان دوسرا کرایہ دار تلاش کرے گا، یا کرایہ دار کے ساتھ باہمی رضامندی سے کرایہ کا تعین کرے گا، کنٹرولر سے نظر ثانی کی درخواست کرنے کی شرعاً کوئی ضرورت نہیں، اگر وہ مالک مکان یا کرایہ دار کی مرضی کے بغیر کوئی کرایہ اپنی طرف سے متعین کر دے تو شرعاً یہ درست نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لا تتفرقن عن بيع الا عن تراض<sup>61</sup>۔ کہ تم لوگ بیع میں باہمی رضامندی کے بغیر ہرگز جدا مت ہو۔

قانون اجارہ کا تجزیہ امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں:

عملی اطلاقات: امام احمد رضا کے درج ذیل اصولوں کو دور حاضر میں اپنایا جاسکتا ہے۔

امور دینیہ پر اجرت:

عصر حاضر میں جس طرح دینی امور میں امامت اور تعلیم قرآن دینے پر اجرت لی جاتی ہے۔ اسی طرح دینی مدارس میں اساتذہ کرام جو قرآن پاک اور حدیث و فقہ کی تعلیم پر مقرر کردہ تنخواہ عوض دیتے ہیں۔ امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں ان امور کی انجام دہی پر اجرت مقرر کرنا جائز ہے۔ میلاد شریف، نعت خوانی پر بھی لوگ اجرت کا تقاضا کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے عمل کی اجرت دنیا میں لیتے ہیں آخرت میں ان کے لئے کوئی اجر نہیں۔ محافل میلاد شریف کل خوانی اور نعت شریف پر بھی لوگ اجرت پر بغرض ایصال ثواب قرآن مجید پڑھواتے ہیں آپ نے ان کے جواز کی صورتیں نکالیں ہیں۔ آپ کے مطابق ملازمین کو کام کے لحاظ سے اجرت دی جائیگی۔ مدارس، سکولوں اور کالجوں میں ملازمین اگر بغیر بتائے چھٹیاں کرتے ہیں، تو اسی حساب سے ان کی تنخواہ کاٹی جائے۔

فندثرانسفر:

موجودہ دور میں بینک ڈرافٹ رقم کی ترسیل کا ایک محفوظ نظام ہے۔ اس نظام کے تحت بیرون مکل رقم بھیجی جاتی ہے۔ جس میں بھیجنے

والا اپنی جتنی رقم بھیجنا چاہتا ہے وہ بنک کو ادا کر دیتا ہے۔ جس کو رقم بھیجنا مقصود ہوتا ہے اس کا نام اور بنک اکاؤنٹ ہوتا ہے۔ بنک رقم وصول کر کے بنک ڈرافٹ بنا دیا جاتا ہے۔ اسے بھیجے والا اپنے عزیز کو بھیج دیتا ہے اور وہ عزیز سے وصول کر کے متعلقہ بنک سے اتنی رقم بنک ڈرافٹ دے کر وصول کر لیتا ہے۔ بنک ڈرافٹ بنانے کے چارج لیتا ہے۔ مثال کے طور پر بکرنے عمر کو بیرون ملک سے پانچ لاکھ کا ڈرافٹ بھیجا۔ عمر نے وہ ڈرافٹ اپنے متعلقہ بنک میں جمع کروا دیا اور اپنی رقم وصول کر لی۔ بنک اس ڈرافٹ پر اپنے چارج وصول کر لیتا ہے۔ اسی طرح حکومتوں کے رجسٹریڈ بنک اور صرافہ کے حکومتی دفاتر ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسیوں کی صورت میں کسی ملک یا شہر سے دوسرے شہر تک اجرت و کمیشن پر پہنچاتے ہیں۔ یہ صورت منی آڈر کی طرح جائز ہے۔

### اجارہ در اجارہ کی رائج صورتیں:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ کے دور میں معرکتہ الآراء مسائل میں سے ایک مسئلہ دیہات میں ٹھیکے والا بھی تھا۔ جس میں زمین کو مقررہ مدت تک متعین معاوضے کے تحت ٹھیکے میں دیتا ہے جس کے نتیجے میں زمین تو مزارعین کے پاس رہتی تھی اور ٹھیکے مالک توقیت کا ٹھیکہ لیتا تھا۔ ٹھیکہ دار جتنے میں ٹھیکے طے کرتا تھا، اس معین رقم سے اگر اسے زائد رقم وصول ہوتی تو وہ ٹھیکہ دار اپنے پاس نفع سمجھ کر رکھ لیتا، وہ اس کا حق سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح اگر ٹھیکے دار کو ٹھیکے میں رقم وصول ہوتی تھی تو اس رقم کو اپنے پاس سے پورا کرنا پڑتا تھا۔ امام احمد رضاؒ نے اس طرح کے ٹھیکے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ٹھیکے دار پر فرض ہے اسے جس قدر زیادہ منافع وصول ہوں وہ سارے کا سارا مالک کو ادا کرے۔ اگر ٹھیکے دار کو وصول میں کمی ہوئی تو مالک کے لئے بھی اتنا ہی لینا حلال۔ اگر زائد لے گا تو اس کے لئے حرام ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اجارہ عقد ہے جو نفع حاصل کرنے پر وارد ہوتا ہے اور جو اجارہ کسی عین کو ہلاک کرنے پر واقع ہو وہ ناجائز ہے۔ یہی اجارہ جس میں زمین تو مزارعین کے ٹھیکے میں ہے، توفیر زبانی کا غلہ جو اجارہ میں دیا جاتا ہے یہ اجارہ اس کو ہلاک کرنے پر منع کر دیتا ہے۔ زر و طعام اعیان ہیں لہذا یہ اجارہ باطل ہے۔ موجودہ دور میں ٹھیکے کا نظام ہے۔ پارکنگ کا ٹھیکہ، دکانوں کا ٹھیکہ، زمینوں کا ٹھیکہ۔ ان تمام ٹھیکوں میں آپ کے بیان کردہ جو بات سے مدد لی جاسکتی ہے۔ آپ نے انہی ٹھیکوں کے جواز کی صورتیں بیان کیں کہ کس طرح سے مالک اور ٹھیکے دار اپنی آمدنی کو جائز اور حلال بنا سکتے ہیں تاکہ دونوں ہی حرام سے بچ جائیں۔

### بنکوں کی نوکری:

بنکوں کی نوکری کے متعلق امام احمد رضاؒ کے بیان کردہ احکامات سے مدد لی جاسکتی ہے۔ چونکہ آج کل بیکاری کا نظام سود پر مشتمل ہے تو کیا ان بنکوں میں نوکری کرنا جائز ہوگا؟ مولانا احمد رضاؒ فرماتے ہیں کہ بنکوں کی نوکری کرنا جائز ہے مگر ایسی ملازمت جس میں سود کا لین دین، اس کا لکھنا پڑھنا، تقاضا کرنا سب اس کے ذمہ ہو، سود کا لین دین کرنا ہو، تو ایسی ملازمت حرام ہے۔ اگرچہ اس کی تنخواہ حلال مال سے دی جائے۔ وہ حلال مال بھی اس کے لئے حرام کیونکہ سود کا لین دین، اس کا لکھنا، اس کا تقاضا کرنا سب حرام کام میں شامل ہیں۔ تنخواہ لینے والے کو یہ معلوم ہو کہ وہ روپیہ سود کا ہے یا حرام ذریعہ سے ہے تو وہ نہ لے اور اگر معلوم نہیں ہے تو لینا جائز ہے۔ ایسے نامعلوم روپے سے مسجد اور مدرسہ کی اعانت بھی ہو سکتی ہے مگر بشرط کہ مال حلال ہو۔<sup>62</sup>

## تعطیلات کا بیان:

ملازمین کی تعطیلات کے بارے میں امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ تعطیلات جو معاہدہ میں طے ہوں، ان تعطیلات کی تنخواہ مدرس ملازمین کو دی جائے گی جیسے ماہ رمضان، عید اور شوریہ کی تعطیلات وغیرہ۔ ان تعطیلات کی تنخواہ واجب ہوگی۔ معاہدے میں ان تعطیلات کا ذکر ہے تو تنخواہ میں سے کٹوتی نہیں کی جائے گی۔ اگر معاہدے میں تعطیلات کا بیان نہیں ہے تو علماء و فقہاء میں سے بعض کہتے ہیں تنخواہ کے مستحق ہوجاے گا۔ بعض کے نزدیک وہ تنخواہ حاصل کرنے کے مستحق نہیں۔ اس بات کی تائید امام احمد رضا "الاشباہ والنظائر" سے دیتے ہیں۔<sup>63</sup>

آپ تحریر کرتے ہیں: عید کے دنوں، عاشورہ، ماہ رمضان جیسے مدارس میں فقہی تعلیم کی تعطیلات دو طرح سے ہیں۔ اگر معاہدے میں مشروط ہیں تو مشاہرہ بالکل ساقط نہ ہو گا ورنہ ماضی کی تعطیلات کے موافق ہونا مناسب ہے۔ بعض نے کہا کہ مدرس ایام تعطیلات کا مشاہرہ حاصل کرے گا اور بعض نے کہا حاصل نہیں کرے گا۔ بعض نے کہا اس علاقے کے رواج کے مطابق تعطیلات کی تنخواہ حاصل کرے گا کیونکہ جو چیز عام ہو جائے وہ شرط کی طرح ہوتی ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔<sup>64</sup>

اہل اسلام کے عبادات و معاملات میں قمری مہینے معتبر ہیں۔ اہل اسلام کو انہی مہینوں کے اعتبار سے اپنے تمام معاملات طے کرنے چاہئیں۔ مدرسوں میں علوم عربیہ و دینیہ میں ملازمین کا تقرر عام طور پر انہی قمری مہینوں میں متعارف ہے کیونکہ وہ خاص دینی کا ہیں جبکہ دوسرے معاملات اجارات وغیرہ میں ان مہینوں کا اعتبار نہیں رکھا جاتا بلکہ عرف کے مطابق جو چیز رواج پا جائے اسی کے مطابق حساب و کتاب رکھا جاتا ہے۔ "الاشباہ والنظائر" میں ہے: عادت جب عام اور غالب ہو جائے تو وہی معتبر ہوتی ہے۔<sup>65</sup>

## خلاصہ بحث:

خلاصہ یہ کہ بیع کرنے کے بعد فریقین اس وقت تک نہ جائیں جب تک فریقین میں باہمی رضامندی نہ ہو چکی ہو۔ مذکورہ بالا قرآنی آیات و احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فریقین ہی کرایہ کے تعین کے اصل حق دار ہیں، اور ان کا متعین کردہ کرایہ ہی قابل اعتبار ہے، اور باہمی رضامندی سے کرایہ کی جتنی مقدار پر فریقین متفق ہوں گے وہی کرایہ مناسب اور اصل کرایہ کہلایا جائے گا، جس طرح کرایہ داری کے شروع میں باہمی رضامندی سے فریقین کرایہ کا تعین کریں گے، اسی طرح فریقین جب نظر ثانی کی ضرورت محسوس کریں باہمی رضامندی سے سابقہ کرایہ پر خود نظر ثانی کریں گے، کنٹرولر سے نظر ثانی کی درخواست کرنے کی شرعا کوئی ضرورت نہیں، کرایہ کے تعین کا اصل اختیار فریقین کو ہے، وہی کرایہ مقرر کریں۔

## حوالہ جات

- 1 السان العرب الامام العلامة ابن منظور التوتنی 711ھ، مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت، 1988م 1408ھ، ج 1، ص 77
- 2 الشیخ محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، کتاب الاجارۃ، مطبع دار احیاء التراث العربی بیروت، ج 2 ص 332
- 3 زین العابدین ابن نجیم البحر الرائق، کتاب الاجارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ج 7 ص 297
- 4 شمس الدین السرخسی، کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب الاجارات، دار المعرفۃ بیروت، لبنان 1414ھ، 1993ء، ج 15، ص 74
- 5 محمد بن علی بن محمد المقلب بعلاء الدین الدمشقی المعروف بالحصکفی، الدر المختار، مطبع ایچ ایم سعید کراچی، ج 4، ص

- 6 فخر الدین عثمان بن علی الزلیعی الحنفی، تبیین المحتقائق، المطبعة الکبری الامیریہ بیولا، مصر، ج 5، ص 105
- 7 علامہ شمس الدین لا شیخ محمد عرفہ الدسوقی، حاشیہ الدسوقی، علی الشرح الکبیر، مطبع دار الفکر بیروت، ج 4، ص 2
- 8 الشیخ ابی النجاشرف الدین موسیٰ الحجازی المقدسی، الاقناع فی فقہ امام احمد بن حنبل، المتوفی 968ھ، المطبع المصریہ بالازھر، ج 3، ص 283
- 9 حاشیہ الدسوقی، علی الشرح الکبیر، علامہ شمس الدین لا شیخ محمد عرفہ الدسوقی، ج 4، ص 2
- 10 ابی البرکات احمد بن محمد بن احمد الرید الماسکی، شرح الصغیر، العلامة، باب الاجارۃ وادکامھا، مطبع دار المعارف، مصر، ج 4، ص 6
- 11 عبد الرحمن الجزری، الفقہ علی مذہب الاربعۃ للجزری، المطبعة السادسة، المکتبۃ التجاریہ الکبری، مصر، ج 3، ص 97
- 12 القرآن القصص آیت 26، 27
- 13 القرآن، الطلاق، آیت: 6
- 14 القرآن، الکھف، آیت: 77
- 15 القرآن، البقرہ، آیت 233
- 16 علامہ الشام محمد جمال الدین القاسمی المتوفی 1866ھ - 1914م، مطبع دار احیاء الکتب العربیہ عینی البانی الحلیبی، مصر، ج 3، ص 611
- 17 ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، دار ابن کثیر بیروت، الطبعة الرابعة، 1410ھ 1990م، کتاب البیوع حدیث 2145، باب ثمن من باع حرام - ج 2، ص:
- 18 ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، شرکتہ الطباعۃ العربیہ السعودیہ ریاض - الطبعة الثانية 1404ھ 1984م، ابواب التجارات کسب الحجام، ج 2، ص 10
- 19 ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، دار ابن کثیر بیروت، الطبعة الرابعة، 1410ھ 1990م، کتاب البیوع حدیث 2145، باب ثمن من باع حرام - ج 2، ص:
- 20 احمد عبد الرحمن البناء شھیر بالساعاتی، الفتح الربانی، مطبوعۃ الاخوان المسلمین، الطبعة الاولى، ج 15، ص 122
- 21 ابو بکر احمد بن الحسین بن علی الہلبسی المتوفی 458ھ، السنن الکبری، مطبع نشر السنۃ، ملتان، کتاب الاجارۃ باب اثم من منع الاجیر، ج 6، ص 121
- 22 محمد خالد الاتاسی، شرح المحلیہ، مکتبۃ الاسلامیہ کونئہ، 1403ھ، ج 2، ص 526
- 23 ایضاً، ج 2، ص 3
- 24 بدائع الصنائع، ج 4، ص 29
- 25 شرح المحلیہ، ج 2، ص 527
- 26 ایضاً، ج 2، ص 532
- 27 ایضاً، ج 2، ص 527
- 28 ایضاً، ج 2، ص 54
- 29 فتاویٰ علمگیری، الباب العشرون فی اجارۃ الثیاب والامتنع کتاب الاجارۃ، ج 2، ص 526
- 30 ایضاً
- 31 شرح المحلیہ، محمد خالد الاتاسی، ج 4، ص 531
- 32 فتاویٰ علمگیری، الباب العشرون فی اجارۃ الثیاب والامتنع کتاب الاجارۃ، ج 2، ص 526
- 33 شرح المحلیہ، محمد خالد الاتاسی، ج 4، ص 532
- 34 ایضاً، ج 4، ص 533
- 35 الفقہ اسلامی وادلہ، ج 4، ص 755 / فتاویٰ علمگیریہ، ج 4، ص 411

<sup>36</sup> ایضاً

<sup>37</sup> بدائع الصنائع، ج 4، ص 29

<sup>38</sup> اقرآن الطلاق: آیت: 6

<sup>39</sup> رد المختار، ج 6، ص 54

<sup>40</sup> بدائع الصنائع، ج 4، ص 29

<sup>41</sup> شرح المحلی، ج 4، ص 532

<sup>42</sup> الدرر المختار، ج 6، ص 62

<sup>43</sup> مرغینانی، ہدایہ، ج 3، ص 553

<sup>44</sup> بدائع الصنائع، ج 4، ص 29

<sup>45،46</sup> ایضاً

<sup>47</sup> شامی، ج 6، ص 11

<sup>48</sup> شرح المحلی، ج 2، ص 621

<sup>49</sup> ایضاً

<sup>50</sup> ایضاً

<sup>51</sup> شرح المحلی، محمد خالد الاتامی، الفصل الثانی فی اجارۃ العروض، ج 2، ص 63

<sup>52</sup> ایضاً، ج 2، ص 49

<sup>53</sup> ایضاً، ج 2، ص 632

<sup>54</sup> فتاویٰ علمگیری، الباب العشرون فی اجارۃ الثیاب والامتیعہ کتاب الاجارۃ، ج 2، ص 466

<sup>55</sup> الامام ابی محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی، التہذیب فی فقہ الامام الشافعی، مطبع عباس احمد الباز مکہ المکرمہ، الطبعة الاولى 1418ھ 1997م - ج 4، ص 434

<sup>56</sup> شرح المحلی، محمد خالد الاتامی، ج 2، ص 631

<sup>57</sup> فتاویٰ علمگیری، ج 3، ص 366

<sup>58</sup> بدائع الصنائع، ج 4، ص 213

<sup>59</sup> ایضاً

<sup>60</sup> البحر الرائق، ج 7، ص 21-22

<sup>61</sup> شرح المحلی، محمد خالد الاتامی، ج 2، ص 633

<sup>62</sup> المبسوط للسرخسی، باب اجارۃ المتاع، ج 15، ص 16

<sup>63</sup> احمد رضا خاں، فتاویٰ رضویہ، ج 19، ص 424

<sup>64</sup> ابن نجیم، زین العابدین، بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفہ النعمان، ادارۃ القرآن کراچی، ج 8، ص 129

<sup>65</sup> احمد رضا خاں، فتاویٰ رضویہ، ج 19، ص 450